بُڈھا پُجاری

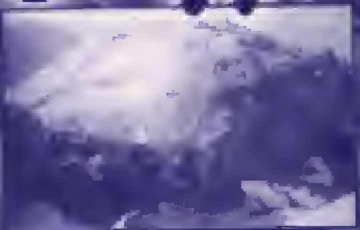

امیرِ اہلسنت

مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی

مکتبۃ المدینہ

فون: 4921389 - 90 - 91
2314045 - 2203311
FAX : 2291479

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ط

اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ط بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

بُڈھا پُجاری

بُڈھا پُجاری

اہلِ عَرَب کا دِین یُوں تو دینِ ابراہیمی علیہ السلام تھا مگر اس کی اَصل صورت کو بالکل بدل دیا گیا تھا۔ توحید کی جگہ شرک نے اور ایک خدائے جلّ جلالہٗ واحِد کی عبادت کی جگہ بُت پرستی نے لے لی تھی۔ ان میں کچھ تو بُتوں کو اپنا خدا سمجھتے تھے تو بعض درختوں کو۔ چاند سورج اور ستاروں کی بھی پوجا کی جاتی تھی۔ کچھ کُفّارِ نابَکار، فِرِشتوں کو خداعزوجل کی بیٹیاں قرار دے کر ان کی پُوجا پاٹ میں مصروف تھے۔ کردار کی پستی کا عالم یہ تھا کہ شب وروز شراب خوری رقمار بازی (یعنی جوا) زِنا کاری اور قتل وغارت گری میں مشغول رہتے تھے۔ ان کی قَساوتِ قلبی (یعنی دِل کی سختی) کا اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دَرگور کردیا کرتے اور بسا اوقات انسانوں کو ذبح کر کے اس کو بتوں پر بطورِ چڑھاوا پیش کرتے۔ اس کی صورت کچھ اس طرح ہوتی کہ مخصوص اوقات میں بھینٹ چڑھانے کے لئے کسی سفید اُونٹ یا انسان کو لایا جاتا پھر وہ اپنے مُتبرک مقام کے گرد بھجن گاتے ہوئے تین بار طواف کرتے اس کے بعد سردارِ قوم یا بڈھا پُجاری بڑی پھُرتی کے ساتھ اس بھینٹ (یعنی انسان، یا جانور جو بھی ہو) پر پہلا وار کرتا اور اس کا کچھ خون پیتا۔ اس کے بعد حاضرین اس جانور یا انسان پر ٹوٹ پڑتے اور اس کی تِکّہ بوٹیاں کرکے اس کو کچّا ہی کھاڈالتے! اَلغَرَض عرب میں ہر طرف وَحشت وبَربَریت کا دَور تھا، لڑائیوں میں آدمیوں کو زندہ جلادینا، عورتوں کا پیٹ چیر ڈالنا، بچوں کو ذبح کرنا، ان کو نیزوں پر اُچھال دینا ان کے نزدیک مَعیوب نہ تھا۔

دُنیا کی بَدحالی اور ......

یہ حالت صِرف عَرَب کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی بلکہ پوری دُنیا میں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ چنانچہ اہلِ فارس (یعنی ایرانی) آگ کی پوجا کرنے اور اپنی ماؤں کے ساتھ وَطی کرنے میں مشغول تھے۔ تُرک شب وروز بستیاں اُجاڑنے اور لُوٹ مار کرنے میں مصروف تھے، بُت پرستی اور لوگوں پر ظلم وجفا ان کا وَطیرہ تھا۔ ہندوستان کے لوگ بُتوں کی پوجا پاٹ اور خود کو آگ میں جلادینے کے علاوہ کچھ نہ جانتے تھے۔ بہرکَیف ہر طرف کُفر وظُلمت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ انسان بَدتر از حَیوان ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس عالمگیر ظلمت میں نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرور، دوجہاں کے تاجور، سلطانِ بحروبَر، آمنہ رضی اللہ عنہ کے پِسَر، حبیبِ داور صلی اللہ علیہ وسلم کُل جہاں کے لئے ہادی ورَہبر بن کر واقِعۂ اَصحابِ فیل کے پچپن (۵۵) دِن کے بعد ۱۲ ربیع النور شریف بمطابق ۲۰، اپریل

۵۷۱ء بروز پیر صبحِ صادق کے وقت کہ ابھی بعض ستارے آسمان پر ٹمٹمارہے تھے۔ چاند سا چہرہ چمکاتے، کستوری کی خوشبو مہکاتے ختنہ شُدہ، ناف بریدہ، دونوں شانوں کے درمیان مُہرِ نُبوّت دَرَخشاں، سُرمگیں آنکھیں پاکیزہ بدن دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے، سرِ پاک آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے، دُنیا میں تشریف لائے۔

ربیــــــعُ الاوّل اُمیدوں کی دُنیا ساتھ لے آیا ۔۔۔ دعاؤں کی قبولیت کو ہاتھوں ہاتھ لے آیا
خدا عزوجل نے ناخُدائی کی خود انسانی سفینے کی ۔۔۔ کہ رَحمت بن کے چھائی بارھویں شب اس مہینے کی
جہاں میں جشنِ صُبحِ عید کا سامان ہوتا تھا ۔۔۔ اُدھر شیطان تنہا اپنی ناکامی پہ روتا تھا
صدا ہاتِف نے دی اے ساکِنانِ خِطّۂ ہستی ! ۔۔۔ ہوتی جاتی ہے پھر آباد یہ اُجڑی ہوئی بستی
مُبارکباد ہے اُن کیلئے جو ظُلم سہتے ہیں ۔۔۔ کہیں جن کو اماں ملتی نہیں برباد رہتے ہیں
مبارکباد بیواؤں کی حسرت زاِنگاہوں کو ۔۔۔ ضَعیفوں بیکسوں آفت نصیبوں کو مُبارک ہو
یتیموں کو غلاموں کو غریبوں کو مبارک ہو ۔۔۔ مُبارک ہو کہ دورِ راحت و آرام آپہنچا
نَجات دائمی کی شکل میں اسلام آپہنچا ۔۔۔ مُبارک ہو کہ ختم المُرسلیں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے
جنابِ رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ۔۔۔ بِصَد اندازِ یکتائی بغایَت شانِ زیبائی

امیں بن کر امانت آمِنہ کی گود میں آئی

صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہ

دُنیا میں تشریف لاتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سَجدہ کیا، اُس وقت ہونٹوں پر یہ دُعا کھیل رہی تھی:

رَبِّ ھَبْلِیْ اُمَّتِیْ ۔۔۔ یعنی پروردگار عزوجل! میری اُمّت مجھے ہبہ کردے۔

رَبِّ ھَبْلِــیْ اُمَّتِــیْ کہتے ہوئے پیدا ہوئے ۔۔۔ حق نے فرمایا کہ بخشا اَلصّلوٰۃُ وَالسّلام

غارِ حرا میں عبادت

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو ! اہلِ عَرَب کے حالات آپ پڑھ چکے۔ ایسی وَحشی قوم میں رہتے ہوئے بھی ہمارے مکّی مَدَنی آقا میٹھے میٹھے مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی مجالس لَہو و لَعِب (یعنی کھیل کود) میں شریک نہ ہوئے اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ ستُودہ صِفات ہر قِسم کی بُرائی سے دُور ہی رہی۔ سرکارِ عالی وقار صلی اللہ علیہ وسلم اَخلاقِ حمیدہ سے مُتَّصِف اور صِدق و اَمانت میں اِس قَدَر مُتعارِف ہوئے کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "صادق" اور "امین" کے لقب سے یاد کرتی تھی۔

اِظہارِ نُبُوَّت

جب شاہِ مکہ، سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عُمر چالیس سال کی ہوئی اُس وقت اللہ عزوجل کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اظہارِ نبوت کی اجازت ملی۔ ورنہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم تو اُس وقت بھی نبی تھے جبکہ ابھی حضرتِ آدم صفیُّ اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی تخلیق بھی نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ محترم شاہِ آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ سراپا عظمت میں عرض کیا گیا، **مَتٰی کُنْتَ نَبِیًّا** یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب سے نبی ہیں؟ جواباً ارشاد فرمایا:

وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالطِّیْن

یعنی (میں تو اُس وقت بھی نبی تھا جبکہ ابھی) آدم (علیہ السلام) روح اور مٹی کے درمیان ہی تھے۔ (تفسیر دُرِّ منثور)

آدم کا پُتلہ نہ بنا تھا، جب بھی وہ دنیا میں نبی تھے ہے اُن سے آغازِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

پہلی وَحی

۲۲ فروری ۶۱۰ء کی وہ عظیم ساعت آئی جب اللہ عزوجل کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حسبِ معمول غارِ حرا کو اپنی برکتوں سے نواز رہے تھے اُس وقت حضرتِ سیدنا جبرائیل امین علیہ الصلوۃ والسلام پہلی بار یہ آیاتِ مقدسہ بطورِ وحی لے کر حاضر خدمت ہوئے۔

اقرا باسم ربک الذی خلق ۚ خلق الانسان من علق ۚ اقرا وربک الاکرم ۙ الذی علم بالقلم ۙ علم الانسان مالم یعلم ؕ

ترجمہ: پڑھو اپنے رب عزوجل کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا، پڑھو اور تمہارا رب عزوجل ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔ (کنزالایمان)

پھر کچھ عرصے بعد یہ آیاتِ مقدسہ نازل ہوئیں۔

یایھا المدثر ۙ قم فانذر ۙ وربک فکبر ۙ وثیابک فطھر ۙ والرجز فاھجر ۙ

ترجمہ: اے بالاپوش اوڑھنے والے! کھڑے ہوجاؤ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب عزوجل کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دُور رہو۔ (کنزالایمان)

آغازِ دعوت اسلام

اب اِس حکم قُمْ فَاَنْذِرْ یعنی ''کھڑے ہوجاؤ پھر ڈر سناؤ'' سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم پر لوگوں کو اللہ عزوجل سے ڈرانا اور ان تک دعوتِ اسلام پہنچانا فرض ہوچکا تھا مگر ہنُوز علی الاِعلان دعوت الی اللہ عزوجل کا حُکم نہ تھا۔ لہٰذا آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال ، محبوبِ ربِّ ذُوالجلال صلی اللہ علیہ وسلم نے فِی الحال بااِعتماد لوگوں میں چُھپکے چُھپکے سِلسلۂ تبلیغ کا آغاز فرمایا۔ الحمدللہ عزوجل نبی آخرُ الزَّمان صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر کئی مَرد وعورت ایمان لے آئے۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرتِ سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لڑکوں میں حضرت سیِّدُ نا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ، خواتین میں اُمُّ المؤمنین خدیجۃُ الکُبریٰ رضی اللہ عنہا ، آزاد شدہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غلاموں میں حضرتِ بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے۔

مسلمان ہوتے ہی تبلیغ شُروع کر دیں

حضرتِ سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایمان لاتے ہی دعوتِ اسلام کا سِلسلہ شُروع کردیا۔ آپ رضی اللہ عنہ ہی کی تبلیغ سے عَشَرۂ مُبَشَّرہ میں سے پانچ محترم صَحابہ کرام علیہم الرضوان مُشرَّف بہ اسلام ہوئے ، ان کے اَسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) حضرتِ سیِّدُ نا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ (۲) حضرتِ سیِّدُ نا سَعد بن اَبی وَقّاص رضی اللہ عنہ

(۳) حضرتِ سیِّدُ نا طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (۴) حضرتِ سیِّدُ نا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور

(۵) حضرتِ سیِّدُ نا زُبیر بن العَوّام رضی اللہ عنہ

سُبحٰن اللہ عزوجل! سیِّدُ نا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو تبلیغِ اسلام کا کس قدر جذبہ تھا کہ دامنِ مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہوتے ہی فوراً دوسروں کو بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ کرنے کی فکر لگ گئی۔ انہیں کتنا زبردست اِحساس تھا ، کتنی قدر تھی اسلام کی۔ کاش! ہم کو بھی نیکی کی دعوت پہنچانے کی اَہمیّت سمجھ میں آجائے ، کاش! ہم نے بھی جس مَدَنی ماحول میں قدم رکھا ہے ، اُس مَدَنی ماحول کی طرف اور اللہ عزوجل کی نعمتوں کے مَظہر جنّت کی طرف ، جس کی طرف ہم بڑھے چلے جارہے ہیں۔ اپنے ان بھولے بھالے اسلامی بھائیوں کو بھی لے چلنے کی کوششیں تیز تر کردیں۔ جولاعلمی کی بِنا پر گناہوں کی اندھیری وادیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ کاش! ہمیں بھی فیشن کی یلغار میں گھرے ہوئے مسلمانوں کو مدینے کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی میٹھی میٹھی سنّتوں کی طرف بُلانے کا جذبہ نصیب ہوجائے۔

سُنّتیں عام کریں دِین کا ہم کام کریں نیک ہوجائیں مسلمان مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم!

کُفر کے اَیوانوں میں کھلبلی

شاہِ خیرُ الانام صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سال تک اسلام کی خُفیہ تبلیغ فرمائی پھر جب حکمِ خداوندی سے علیَ الاِعلان اسلام کا پیغام دینا شروع کیا اور بُت پرستی کی مَذمّت بیان کرنے لگے تو کُفر کے اَیوانوں میں کھلبلی پڑ گئی۔ سردارانِ قُریش ایک وَفد کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالِب کے پاس آئے اور اپنی شِکایت پیش کی کہ آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہنے کے ساتھ ساتھ ہمارے آباؤ اَجداد کو گمراہ اور ہم لوگوں کو اَحمق ٹھہراتا ہے۔ آپ برائے مہربانی اس کو سمجھا دیں کہ وہ ایسا نہ کرے اگر آپ اُسے سمجھا نہیں سکتے تو بیچ میں سے ہٹ جائیں ہم خود اسے سمجھ لیں گے۔ ابو طالب اگرچہ ایمان تو نہ لائے لیکن اپنے بھتیجے یعنی سیّدُ نا محمد رَّسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد مَحَبَّت کرتے تھے لہٰذا قُریش کے سرداروں کو نرمی کے ساتھ سمجھا بُجھا کر رُخصت کردیا۔ دعوتِ اسلام کا سِلسلہ زوروشور سے جاری رہا چنانچہ کُفّارِ قُریش کے اندر بُغض وعَداوت کی آگ مزید بھڑک اُٹھی، وہ پھر وفد بنا کر ابو طالب کے پاس آئے اور دھمکی آمیز لہجے میں کہنے لگے، ''ابو طالب! ہم نے تم سے کہا تھا کہ اپنے بھتیجے کو سمجھادو۔ مگر تم نے اس کو نہیں سمجھایا، ہم اپنے معبودوں اور آباء واَجداد کی توہین برداشت نہیں کرسکتے۔ ہم تمہاری عزّت کرتے ہیں، تم اس کو اب بھی روک دو۔ اگر نہیں روکنا چاہتے تو تم بھی ہمارے ساتھ مقابلہ کے لئے تیار ہوجاؤ کہ دونوں فریق میں سے ایک کا فیصلہ ہوجائے۔'' وہ لوگ یہ دھمکی دے کر چلے گئے، ابو طالب نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بُلا کر عرض کیا، ''اے میرے پیارے بھتیجے! قوم نے مجھے آپ کے بارے میں یہ شِکایت کی ہیں، مہربانی کرکے باز آجائیں، اپنے آپ پر بھی اور مجھ پر بھی رحم کریں۔'' یہ سُن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا: ''اے میرے چچا! خُدا عزّوجل کی قسم، اگر وہ لوگ میرے سیدھے ہاتھ میں سورج اور اُلٹے ہاتھ میں چاند بھی لاکر رکھ دیں جب بھی میں اس کام کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ اللہ عزّوجل اسے (یعنی اسلام کو) غالب کردے یا میں اس کام میں اپنی جان دے دوں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور واپس جانے لگے تو اپنے پیارے بھتیجے کا یہ عزم واستقلال دیکھ کر ابو طالب کو جوش آگیا اور بُلا کر کہنے لگے، ''اے بھتیجے صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنے دِین کی خوب دِل کھول کر تبلیغ کریں اہلِ قریب آپ کا بال بھی بیکا نہ کرسکیں گے۔ (سیرتِ ابنِ ہشام)

پیارے اسلامی بھائیو! آپ نے ملاحظہ فرمایا، آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال، محبوبِ ربِّ ذُوالجلال صلی اللہ علیہ وسلم کا عزم واستقلال کس قدر زبردست تھا، دُنیا کی کوئی طاقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوتِ اسلام سے نہ ہٹا سکتی تھی۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صَوتِ ہادی   عَرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

بدنام کرنے کی سازش

منقول ہے کہ اہلِ قریب نے ایک اِجلاس کیا جس میں اس بات پر اِظہارِ تشویش کیا گیا کہ اب حج کا موسم آ رہا ہے اور لوگ دُنیا کے گوشے گوشے سے یہاں آئیں گے، چُونکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کُھلم کُھلا تبلیغ کر رہے ہیں، لہٰذا لوگ اِن صلی اللہ علیہ وسلم کو سنیں گے اور سُنیں گے تو مائیں گے بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرویدہ ہوجائیں گے، لہٰذا اس کی روک تھام کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ ہم شاہِ خیرُ الاَنام صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب بدنام کردیں تاکہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مُتنفِر ہوجائیں اور سرے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہی نہ سُنیں اور ظاہر ہے جب بات ہی نہ سُنیں گے تو ان کی طرف مائل بھی نہ ہوں گے، چنانچہ اس مشورہ کے بعد کُفّارِ ناہنجار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ عزوجل) مجنون، کاہن اور جادوگر مشہور کرنا شروع کر دیا، لیکن قربان جایئے! مُبلغِ اعظم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بُلند ہمّتی پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی واہیات وخُرافات سے ذرّہ برابر نہ گھبرائے مُسلسل دعوتِ اسلام میں مشغول ہی رہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے؟ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدنام کرنے کی باقاعدہ مُہم چلائی گئی پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے ثَبات کو ذرہ برابر لغزش نہ آئی۔ مُسلسل دعوتِ اسلام کا کام جاری ہی رکھا۔ اس سے ہمیں بھی یہ دَرس ملا کہ ہم پر بھی اگر کوئی الزام ڈالے، مذاق اُڑائے، ہماری آواز کی نقل اُتارے ہمارے طرح طرح کے نام ڈالے مگر ہمیں صلوٰۃ وسنت کا راستہ نہیں چھوڑنا چاہئے۔ خود اچھی باتوں پر عمل کرتے ہوئے دوسروں تک بھی نیکی کی دعوت پہنچاتے رہنا چاہئے اور خوب ہی محنت ولگن بلکہ جنون کے ساتھ سُنّتوں کا پیغام عام کرتے رہنا چاہئے، جو ہمّت ہارے بغیر جانبِ منزل رَواں دَواں رہتا ہے وہ بالآخر منزل پا کر ہی رہتا ہے۔

تمہیں اے مبلغ! یہ میری دُعا ہے کیئے جاؤ طے تم ترقّی کا زینہ

کُفّار کے نرغے میں......

آہ! صد آہ! ہمارے دِلوں کے تاجدار، دوعالم کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی پرچار کی خاطر کیسے کیسے مظالم سہے۔ جو روجفا کی تیز آندھیوں میں بھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے ثَبات کو لغزش نہ ہوئی، کُفّار بدکار کے ظلم وستم کی ایک داستان پڑھئے اور تڑپئے۔ حضرتِ مولیٰ علی کرمَ اللہ وَجہہ الکریم فرماتے ہیں کُفّارِ ناہنجار نے ایک بار دو جہاں کے تاجدار، نبیوں کے سردار، محبوبِ پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا وہ سرکارِ نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو گھسیٹتے اور دھکّے مارتے اور کہتے جاتے تھے کہ تم ہی وہ شخص ہو جو صِرف ایک معبود کی عبادت کا حُکم دیتے ہو۔ حضرتِ مولیٰ علی کرمَ اللہ وَجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ اتنے میں حضرتِ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مردانہ وار آگے بڑھے اور کفارِ مکہ کو مارتے، پیٹتے، گراتے، ہٹاتے سرکارِ نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچے اور

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ظالموں کے نرغے سے نکال لیا، اُس وقت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان پر یہ آیتِ کریمہ جاری تھے۔ (جس کا ترجمہ کنزُ الایمان میں یوں ہے) ''کیا ایک مَرد کو اِس پر مارے ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ عزّ وجل ہے اور بیشک وہ روشن نشانیاں تمہارے پاس تمہارے ربّ عزّ وجل کی طرف سے لائے۔'' (سورۃُ المؤمنون آیت نمبر ۲۸)

اب کفارِ بدکردار نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا۔ ان کے سرِ اقدس اور داڑھی مبارک کے بہت سے بال نوچ ڈالے اور مار مار کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید زخمی کر دیا۔ (بزار)

بہر حال کُفار نے بڑا زور لگایا، بڑی دھمکیاں دیں کہ کسی طرح بھی سرکارِ عالی وقار صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے پرچار سے باز آ جائیں مگر ہمارے پیارے اور میٹھے میٹھے آقا صلی اللہ علیہ وسلم دینِ اسلام کا کام کرتے ہی رہے۔ جُوں جُوں کام بڑھتا رہا توں توں کفارِ بد اطوار کے غیظ و غضب میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ وہ ہر دَم سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کی تاک میں رہتے تھے۔

چادر کا پھندا

کُفارِ نابکار کعبۂ پُر انوار کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اور سرکارِ عالم، دو جہاں کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ ابراہیم علیہ السلام کے قریب مشغولِ نماز تھے۔ عُقبہ بن ابی مُعیط نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مُبارک میں چادر کا پھندا ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھٹنوں کے بل زمین پر تشریف لائے۔ لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتِقال ظاہری فرما گئے، حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوڑے آئے اور سورۃ المؤمنون کی ۲۸ ویں آیتِ تلاوت کرنے لگے (جس کا ترجمہ کنزُ الایمان میں یوں ہے) میرا ربُّ اللہ عزّ وجل ہے'' یہ سُن کر وہ ہٹ گئے۔ (بخاری)

آہ! امامُ العابِدین، سیِّدُ الصابِرین، رئیسُ المُبلغین صلی اللہ علیہ وسلم کی داستانِ غمگین پر دِل خون روتا ہے۔ اس قدر مظالم سہنے کے باوُجود بھی وَلولہ تبلیغ اسلام اور نمازوں کا اہتمام اللہ! اللہ!

حَرم کی سرزمیں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے نماز اکثر ہمیشہ اس گھڑی کی تاک میں رہتے تھے بدگوہر
کوئی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن گھونٹتا تھا کَس کے چادر میں کوئی بد بخت پتھر مارتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سَر میں

اُونٹ کی اوجھڑی

ایک دِن حُضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کعبۂ معظمہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اور کُفار قریب ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ تم ان کو دیکھ رہے ہو؟ پھر بولا تم میں کون ایسا ہے جو فُلاں قبیلہ سے ذِبح کردہ اُونٹ کی اُوجھڑی اٹھا لائے اور جب یہ سجدے میں جائیں تو ان کے کندھوں پر رکھ دے؟ اس پر بد بخت عُقبہ بن ابی مُعیط اُٹھ کر چل دیا اور اونٹ کی اُوجھڑی لا کر رَحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان رکھ دی۔ اللہ عزّ وجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اِسی حال میں رہے اور سرِ مبارک سجدے سے نہ اُٹھایا اور سب کے سب قہقہے مار کر ہنستے رہے یہاں تک کہ خاتونِ جنت سیّدہ فاطمۃُ الزہراء رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے اللہ عزّ وجل کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی پشتِ اطہر سے اس اوجھڑی کو اٹھا کر پھینکا، نماز مکمل فرمانے کے بعد سرکارِ نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ پروردگار عزّ وجل میں عرض کی، یا اللہ عزّ وجل! ان قُریشوں کو پکڑ یا اللہ عزّ وجل! تو ابو جہل بن ہشام عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط اور اُمیّہ بن خلف کو پکڑ۔'' اِس حدیث کے راوی حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سب کو بدر کے روز مقتول دیکھا اور اُمیّہ کے سوا سب بدر کے کنویں میں پھینک دیئے گئے۔ اُمیہ بن خلف کے ٹکڑے ہو گئے تھے اس لئے اس کو کنوئیں میں نہیں ڈالا گیا۔ (بخاری)

نہ اُٹھ سکے گا قیامت تلک خدا عزّ وجل کی قسم کہ جس کو تُم نے نظر سے گرا کے چھوڑ دیا